© rasailojaraid.com

حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ العالی

دوام حدیث

تفسیر بالروایت پر منکرین احادیث کے اعتراضات اور ان کے جوابات

حدیث قرآن کی طرح حجت ہے۔

۸۔ محدثین کو حدیث کی صحت کا یقین بھی ہو جاتا تھا، چنانچہ امام بخاریؒ نے جو حدیث اپنی صحیح میں لکھی ہے اس کی صحت پر یقین کر لینے کے بعد لکھی ہے۔

۹۔ یہ کہنا کہ خدا اور رسول کی اطاعت سے مراد مرکز ملت کی اطاعت ہے بالکل لایعنی ہے، اس صورت میں لازم آتا ہے اگر مرکز ملت کی صورت نہ ہو تو اطاعت بھی مفقود ہو جائے۔ چنانچہ خلفائے راشدین کے بعد ان کے خیال کے مطابق خدا اور رسول کی اطاعت نہیں ہوتی۔

۱۰۔ قرآن مجید متواتر ہونے کی بنا پر اگرچہ یقینی ثبوت ہے مگر حدیث سے قطع نظر کرنے کے بعد اس کی دلالت ظنی ہو جاتی ہے بلکہ بعض جگہ وہمی بن جاتی ہے۔ نیز ثبوت کے لحاظ سے اگرچہ قرآن مجید متواتر ہے۔ مگر قرآن ہونے کے لیے تواتر لازمی نہیں اگر قرآن کا رکوع یا اس کی آیت کسی شخص کو بدوں تواتر بھی پہنچے اور پہنچانے والا اس کو قرآن کہہ کر پہنچائے تو سننے والے کو حق پہنچتا ہے کہ اس کو قرآن کہے جب تواتر لازم نہیں تو اس کا یقینی ہونا بھی لازم نہیں پس ثابت ہوا کہ دین کا یقینی ہونا ضروری نہیں۔

۱۱۔ قرآن مجید میں روایات بالمعنیٰ کا وجود ہے۔

۱۲۔ امام اعظمؒ حدیث کو حجت سمجھتے تھے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو حدیث کے خلاف کلمات منقول ہیں یا تو صحیح نہیں یا ان کلمات کا محمل وہ حدیثیں ہیں، جو صحیح نہیں یا ان کو بسند صحیح نہیں پہنچیں۔

۱۳۔ شاہ ولی اللہ نے حدیث کو یقینی علوم میں شمار کیا ہے۔ اور اس میں وحی کا ہونا پانچ طرح سے ذکر کیا ہے۔

۱۴۔ ڈاکٹر اقبال کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اس عبارت میں ڈاکٹر اقبال نے شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطلب غلط ذکر کیا ہے اور منکرین حدیث کے لیے وہ مفید نہیں۔

۱۵۔ تفسیری روایات پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں۔ سب کے سب بے سمجھی کا نتیجہ ہیں۔

۱۶۔ متعہ کے متعلق جو اعتراض کیا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اس اعتراض سے بچ جائیں جو اہلحدیث کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ حدیث کی مدد کے بغیر اگر قرآن مجید کی تفسیر لغت کی رو سے کی جائے تو متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ نکاح اور زنا کی تمام صورتوں میں فرق واضح نہیں ہوتا۔

۱۷۔ اسی طرح عورت سے غیر فطری مجامعت کی بحث صرف اس لیے ہے کہ حدیث کی مدد کے بغیر جو منکرین حدیث اس مسئلہ میں کمزوری محسوس کرتے ہیں اس پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

۱۸۔ عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لیے امام ابو حنیفہؒ کو بھی اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی گئی۔ بعض کلمات جو ان کی طرف منسوب ہیں ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۹۔ اس سوال کا جواب کہ "حدیث اگر جزو دین تھی تو کیوں نہ لکھائی گئی؟" دو طرح سے دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ جزو دین کی کتابت ضروری نہیں۔ پہلی سماوی کتابیں امتوں نے ہی لکھیں۔ انبیاءؑ نے نہیں لکھائیں انجیل وغیرہ کا یہی حال ہے۔ دوم باقاعدہ قرآن کی طرح حدیث نہ لکھانے میں یہ اعجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا غیبی طور پر اس طرح انتظام کیا کہ باوجود اس کے کہ وضاع اور کذاب حدیث کے خراب کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر ان کی چوری پکڑی گئی۔ صحیح احادیث کا ذخیرہ امت کے پاس جوں کا توں محفوظ چلا آیا۔

۲۰۔ ابن ابی داود کی کتاب المصاحف میں جو مختلف مصاحف میں اختلاف بتایا گیا ہے اور کوشش کی ہے کہ یہ روایت کشی کی کمزوری میں داخل کیا جاوے۔ اس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ قرآن جو ہمارے پاس ہے یہ وہی قرآن ہے جو تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے اور باقی مصاحف تواتر کے ساتھ ثابت نہیں اس لیے وہ قرآن نہیں کہلا سکتے بس ان کا مرتبہ یا تو تفسیر کا ہے جو روایت بالمعنیٰ کی صورت ہے یا غلطیوں کے مجموعہ کا ہے جیسے حافظ اور کاتب عام طور پر غلطیاں کر جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اسی قرآن کے مطبوعہ نسخوں کو جمع کر کے غلطیوں کی فہرست بنا کر اختلاف ذکر کرنا چاہے تو کتاب المصاحف سے بھی زیادہ فہرست بن جائے گی مگر قرآن کے محفوظ ہونے میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ ان مصاحف سے ہم تفسیری مدد لے سکتے ہیں یا بعض سے جو غلطیاں ہیں یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کاتبوں یا حافظوں کی غلطیوں سے قرآن کی حفاظت میں خلل پیدا نہیں ہو سکتا۔

۲۱۔ آنحضرتؐ کے بعد ہر شخص غیر معصوم ہے۔ کسی شخص کا قول و فعل اگر حق کے خلاف ہو گا تو عجب نہیں ہو گی اسی بنا پر حضرت عمرؓ کا رجم کے حکم کو (الشیخ والشیخۃ) ۔ آیت سمجھنا ان کی غلطی تھی جو کسی صحابی نے قرآن میں اس کو درج نہیں کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل حدیث اور حنفیہ میں حدیث کے قبول کرنے میں اتفاق ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اہل الرائے مسائل اتفاقیہ کے بعد اپنے اساتذہ کے فتاویٰ پر زیادہ اعتماد کرتے تھے اور ان کے اقوال کو پیش نظر رکھ کر استنباط کرتے تھے کیونکہ ان کے اساتذہ اپنے اساتذہ کے متعلق ایسا اعتقاد رکھتے تھے کہ اگر کسی جگہ ان کو حدیث ملجاتی تو فوراً اساتذہ کا فتویٰ ترک کر دیتے۔ اور اہلحدیث مسائل اتفاقیہ کے بعد احادیث کا تتبع کرتے۔ اگر حدیث نہ پاتے تو صحابہؓ کے اقوال کیطرف رجوع کرتے اس کے بعد اختلاف کی صورت میں اس قول کو معمول بنا تے جو سنت سے زیادہ قریب ہوتا۔ پہلے فریق کو اہل الرائے کہتے ہیں اور دوسرے فریق کو اہلحدیث، مسائل اتفاقیہ میں احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے فتاویٰ کی صورت ترتیب درج ذیل ہے پہلے قرآن پھر سنت پھر اجماع پھر قیاس صحیح یہی طریقہ اہل حدیث کا ہے۔

سلطنت عباسیہ میں جو ایک مسئلہ (خلق قرآن) باعث فتنہ ہوا، اس میں اختلاف اہل سنت اور معتزلہ کے درمیان تھا نہ حنفیہ اور اہل حدیث کے درمیان کیونکہ قرآن کا غیر مخلوق ہونا آئمہ اربعہ کے مابین اتفاقی امر تھا اس کے خلاف جو روایات ان سے پیش کی جاتی ہیں وہ ضعیف اور موضوع ہیں۔

اکثر معتزلہ چونکہ فقہ میں حنفی کہلاتے تھے۔ اس لیے بعض لوگ غلطی سے اس اختلاف کو حنفیہ اور اہل حدیث کا اختلاف سمجھ لیتے ہیں۔

اسی طرح یہاں ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جیسے فقہ میں چار مذہب ہیں (یہ اختلاف صرف درسی اور سکولی تھا، جس کی بنا فہم پر ہے نہ اصولی) اسی طرح عقاید میں تین مسلک ہیں ایک حنبلی جو ظاہر نص پر اعتقاد رکھتے ہیں، تاویل سے حتی الامکان احتراز کرتے ہیں دوسرا مسلک اشعریہ ہے جو بعض صفات کی تاویل کرتے ہیں تیسرا مسلک ماتریدیہ ہے، اشعریہ اور ماتریدیہ میں بہت کم اختلاف ہے، آئمہ اربعہ حنبلی مسلک رکھتے تھے۔ اکثر حنفی ماتریدی ہیں اور بعض اشعری، اکثر مالکی اور شافعی اشعری ہیں مگر بعض حنبلی ہیں اہلحدیث اور اکثر حنابلہ حنبلی ہیں۔ اہلحدیث چونکہ حنبلی ہوتے ہیں اور حنفی ماتریدی، ماتریدیہ اور معتزلہ میں اختلاف کم ہے اس لیے بھی بعض لوگ غلط فہمی سے اختلاف کو حنفی اور اہلحدیث کا اختلاف تصور کرتے ہیں۔ حقیقت میں وہ اختلاف معتزلہ اور اہلسنت کے مابین تھا۔ معتزلہ کہتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے اور اہلسنت کہتے تھے کہ غیر مخلوق ہے کہنے کا یہ مطلب تھا کہ قرآن اس کی کلام ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے تکلم کیا اور معتزلہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ سے الگ ہوا یا خلا میں قائم تھا۔ اللہ نے یہ الفاظ و اصوات پیدا کیے تکلم نہیں کیا لہٰذا قرآن مخلوق ہے جو ایک مخلوق کو غیر مخلوق کہتا ہے، وہ مشرک ہے۔

معتزلہ چونکہ قرآن کو مخلوق کہتے تھے۔ اس واسطے ان لوگوں نے جھوٹی روایتیں بنائیں جن میں امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کی طرف قرآن کے مخلوق ہونے کی نسبت کی۔ دوسری طرف سے بھی بعض لوگوں نے ایسی روایات بنا ئیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنکا مفہوم تھا کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ محدثین پر خداوند کریم رحم کرے انہوں نے بلا استثناء دونوں قسم کی روایتوں کو موضوع قرار دیا۔ تاکہ حدیثِ رسولؐ میں غیر حدیثِ رسولؐ نہ ملنے پائے۔

امام ابو حنیفہؒ کی فقہ میں انہی ادلہ اربعہ سے مدد لی گئی ہے۔ جیسے اور آئمہ نے اپنی اپنی فقہ میں انہی ادلہ اربعہ سے مدد لی، قیاس سب کے نزدیک آخری دلیل ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے فقہ میں قیاس نمایاں اس لیے نظر آتا ہے کہ آپ نے اہلِ تخریج کے طریق پر مسائل لکھے ہیں۔ اس طریق میں مسائل سنت بھی چونکہ بصورت تفادلی ہوتے ہیں اس لیے وہم پڑتا ہے کہ شاید آپ نے حدیث سے کم مدد لی ہے حالانکہ اتفاقی مسائل جن پر ائمہ متفق ہیں وہ قریب قریب سارے کے سارے ہی کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، یہ کہنا کہ امام صاحب نے حدیث سے کم مدد لی ہے، واقعہ کے خلاف ہے، امام یوسف سے جو یہ مروی ہے کہ میں اکثر حدیث کی طرف مائل ہو گیا ہوں۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

... مگر واقعہ یہ ہے کہ ابو حنیفہؒ کو صحیح حدیث کی پہچان مجھ سے کہیں زیادہ تھی" ان کا مطلب یہ ہے کہ میں اکثر مقامات میں پہلے اقوال کو چھوڑ کر حدیث لے لیتا ہوں۔ امام صاحب کا قول بظاہر اس حدیث کے خلاف لگتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہ سمجھو کہ امام صاحب حدیث کے بارے میں مجھ سے کم بصیرت رکھتے تھے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اس کو ان کے فتوے کے مطابق نہیں کر سکتا اور میں اپنی سمجھ کا مکلف ہوں جیسا کہ امام یوسفؒ سے مروی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ تم ابو حنیفہؒ کی از حد مخالفت کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سمجھ دی تھی ہم کو اتنی سمجھ نہیں۔ اور ہر آدمی اپنی سمجھ کا ہی مکلف ہوتا ہے۔

ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ نے فتویٰ دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کی طرف سے ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ ایک چور نے پودا چرایا ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ آپ نے کہا اگر وہ پیڑ دس درہم کی مالیت کا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دو، وہ آدمی چلا گیا، ابو عوانہ کہتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

... میں نے کہا آپ اللہ سے نہیں ڈرتے آپ کا فتویٰ حدیث کے خلاف ہے آنحضرتؐ نے فرمایا پھل اور کھجور کے گودے (جو لکڑی کے اندر نرم نرم گودا ہوتا ہے) میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، جلدی سائل کو مگر بتایئے ایسا نہ ہو کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ تو آپ نے کہا یہ فتویٰ اب ہو چکا یعنی امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔

"اب یہ غلطی تو ہو گئی ہے آئندہ احتیاط رکھی جائے گی۔ ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ حدیث کا حکم گذر چکا اور ختم ہو گیا ہے اب اس پر عمل کی ضرورت نہیں مگر مقام حدیث میں بے سمجھی کی بنا پر کہہ رہے ہیں کہ یہ احکام گذر چکے اور ختم ہو چکے ہیں (امام) اور ترجمہ بھی غلط کیا ہے" ودیا" کا ترجمہ کیا ہے شہد کا چھتا۔ حالانکہ ودی درخت کے پودے کو کہتے ہیں پھر آخیر میں جو یہ لفظ ہے (ذالک حکم قد مضیٰ) یہ حکم گذر گیا یعنی اب تو فتویٰ دیا جا چکا ہے اب کیا ہو سکتا ہے (مقام حدیث ص ۲۷۴ جلد ۲) میں لکھ مارا ہے کہ یہ حکم گذر چکا اور ختم ہو چکا۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے حدیث کے حکم کو کہا کہ یہ گذر گیا۔ یہ سب جہالت کے کرشمے ہیں۔۔ اعوذ باللہ من الجہل!

امام ابوحنیفہ اور عقیقہ

امام احمد بن حنبلؒ رحمۃ اللہ علیہ نے عقیقہ کے بارے میں بہت سی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کیں اور بہت سی روایات صحابہ اور تابعین سے بھی بیان کیں۔ پھر تعجب کے ساتھ مسکرا کر فرمانے لگے کہ دیکھو امام ابوحنیفہؒ اسے جہالت کا کام بتاتا ہے (ترجمۃ الامام ص۱۲ از تاریخ بغداد مترجم) اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو عقیقہ کی حدیث صحیح سند کیساتھ نہیں پہونچی یا پہنچی ہو مگر وہ اسے منسوخ سمجھتے ہوں، عدم علم یا نسخ کی صورت میں یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث کو نہیں مانتے تھے، یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی رائے غلط ہو مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حدیث کے منکر تھے۔

نکاح سے پہلے طلاق دینا اور امام ابوحنیفہ

امام احمد بن حنبلؒ سے ایک بار کہا گیا کہ ابوحنیفہؒ نکاح سے پہلے طلاق دینے کو جائز سمجھتے ہیں۔ کہا کہ ابوحنیفہ ایک مسکین شخص ہیں، گویا کہ وہ عراق میں رہتے ہی نہ تھے۔ گویا انہیں کچھ علم ہی نہ تھا اس مسئلہ میں تو خاص آپ آنحضرتؐ سے حدیث آئی ہے۔ صحابہ کرام کی روایتیں ہیں اور بیس سے اوپر جلیل القدر تابعین سے روایت موجود ہے جیسے سعید بن مسیب، عطا، طاؤس، عکرمہ، پھر ابوحنیفہ کیسے جرأت کر کے ان سب کے خلاف کہتے ہیں ص۱۲۴)

اس کا جواب یہ ہے اگر ایکطرف صحابہ ہیں تو دوسری طرف بھی صحابی ہیں۔ امام مالکؒ کا بھی قریب قریب یہی مذہب ہے اور جو حدیث مرفوع اس بارے میں وارد ہوئی ہے ان کو نہیں پہنچی ہو گی، جیسے امام مالک کو نہیں پہنچی یا حدیث کا مطلب یہ سمجھے ہوں گے کہ غیر منکوحہ کو طلاق واقع نہیں ہوتی اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت کو یہ کہے کہ اگر میں تجھے نکاح کر دوں تو تجھے طلاق ہے اس صورت میں نکاح کے بعد طلاق ہو گی نہ کہ پہلے کیونکہ پہلے طلاق کو معلق کیا گیا ہے حدیث کے یہ الفاظ ہیں "لا طلاق قبل النکاح"، نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی، اگرچہ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم خیال علما کی تاویل صحیح نہیں مگر موصول کو منکر نہیں کہا جا سکتا۔ پس ان آثار سے یہ نتیجہ نکالنا کہ امام ابوحنیفہ حدیث کے منکر تھے سخت دھوکہ ہے پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ امام اعظم نے اس مسلک کی تائید میں دلائل بھی پیش کیے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خود رسول اللہؐ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ تعیین جزئیات (تدوین فقہ) میں صحابہؓ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور جس کی رائے بہتر معلوم ہوتی تھی اسے اختیار فرما لیا کرتے تھے (ص۱۰۱ جلد نمبر۲) یہ بات امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی یہ صرف جھوٹ ہے اس کے بعد امام اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے اگر رسول اللہؐ مجھے پالتے اور میں ان کو پاتا تو بہت سی باتوں میں یقیناً آپ میرا قول اختیار فرما لیتے ابو اسحاق کو میں نے کہتے سنا کہ "ابوحنیفہؒ کے سامنے اکثر نبی صلعم کی حدیثیں آئیں اور ان کی مخالفت کیا کرتے (تاریخ بغداد ص۳۸۷) ایک سند میں ایک راوی علی بن احمد زراد ہے جو آخر میں نابینے ہو گئے اور ان کی کتابیں بدل دی گئیں (میزان) اور دوسرا راوی علی بن سعید موصلی ہے جو حافظ ابو نعیم کا استاد ہے ابو نعیم کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے ابن فرات کہتے ہیں کہ بے تمیز اور غیر محمود ہے (میزان) تیسرا راوی مسیب بھی واضع ہے دارقطنی نے سنن میں کئی جگہ اس کو ضعیف کہا ہے۔ یوسف بن اسباط بھی متکلم فیہ ہے، ابو حاتم نے کہا اس کی حدیث قابل سند نہیں (میزان) اس سند میں بعض کذاب ہیں اور بعض ضعیف ہیں اس قسم کی روایات سے امام ابوحنیفہؒ کو منکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ابراہیم منکر الحدیث ہے، یہ خبر اسکی منکر روایات سے ہے۔

دوسری سند میں بھی یوسف بن اسباط ہے جو متکلم فیہ ہے اور جس اثر میں یہ لفظ ہیں (اگر رسول اللہ مجھے پاتے اور میں انھیں پاتا تو ڈھیر ساری باتوں میں آپ یقیناً میرا قول اختیار فرما لیتے) اصل لفظ یہ تھے اگر تی رغمان بنی مجھے پا لیتے تو مجھ سے نبی بن گیا اور نبی سے رسول (تاریخ بغداد کا حاشیہ ص ۳۸۷) نیز اس اثر کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جن مقامات میں حدیث وارد نہیں ہوئی صرف قیاس سے حکم نکالا گیا ہے بعض جگہ امام اعظم کو اپنے قیاس کی صحت پر یقین تھا اس لیے فرمایا اگر آنحضرت کو میں پاتا تو آپ بھی یہی فتویٰ دیتے اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ حدیث صرف قیاسات ہیں کیونکہ رسول اللہ بھی صحابہؓ سے مشورہ لیا کرتے تھے، یہ امام ابو حنیفہؒ پر افتراء ہے

امام ابو حنیفہ اور کعبہ کا مکہ میں ہونا حمزہ بن حارث ابن عمیر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے مسجد حرام میں ایک آدمی کو سنا جو امام ابو حنیفہ سے ایک شخص کے متعلق سوال کر رہا تھا جو یوں کہتا ہے کہ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ کعبہ برحق ہے مگر میں یہ نہیں جانتا کہ آیا کعبہ وہی ہے جو مکہ میں ہے یا کوئی اور ہے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ یہ سچا مومن ہے پھر اسی آدمی نے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو یوں کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن عبداللہ ․․ نبی ہیں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ آیا یہ وہی ہیں جن کی قبر مدینہ میں ہے یا کوئی اور ہیں۔ تو امام ابو حنیفہ نے کہا۔ یہ شخص بھی سچا مومن ہے حمیدی کہتے ہیں لیکن جو شخص ایسے کہتا ہے، ہمارے نزدیک وہ کافر ہو جاتا ہے (خطیب ص ۳۷۰، ۱، ۲ جلد ۱۲ مقام حدیث ص ۱۴۸-۱ جلد ۲) امام ابو حنیفہؒ کے اثر سے منکرِ حدیث نے ذیل کا نتیجہ نکالا ہے۔

جس چیز کا مدار نقل در نقل روایت پر ہو وہ دین نہیں بن سکتی اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھئے طلوع اسلام اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ آسمان کے نیچے یقینی چیز اللہ کی کتاب ہے۔ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لے رکھا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس کی حیثیت تاریخ کی ہے اور تاریخ یقینی نہیں ہے بلکہ ظنی چیز ہوتی ہے۔ تاریخی امور میں اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے اور انکار بھی، اس اختلاف و انکار سے دین پر حرف نہیں آتا اور نہ ایسا کرنے والا کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے آپ دیکھیے کہ اس باب میں امام ابو حنیفہؒ کا کیا مسلک ہے کعبہ مکہ مکرمہ میں ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کا مزارِ مقدس مدینہ منورہ میں واقع ہے۔ کیا کسی مسلمان کو بھی اس میں شبہ ہو سکتا ہے۔ حضور صلعم کے عہد سعادت سے لیکر آج تک اس تسلسل اور تواتر کے ساتھ یہ دونوں باتیں نقل ہوئی ہیں کہ شاید ہی کوئی چیز نقل ہوئی ہو مگر بایں ہمہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کا مدار نقل در نقل روایات پر ہے (ص ۶۷ م ۱۹۲۰-۱۴، مقام حدیث) پہلے اس استدلال کو دیکھیے۔ پھر امام صاحب کے قول کی طرف متوجہ ہونا۔ امام صاحب کے قول کو بظاہر اپنے خیال کے مطابق پا کر اس قدر حواس باختہ ہو گئے ہیں کہ تھوڑی سی عبارت میں دو رنگی کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں پہلے یہ کہتے ہیں کہ یقینی چیز اللہ کی کتاب ہے پھر اس کے بعد کہتے ہیں "کیا کسی مسلمان کو اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ کعبہ مکہ مکرمہ میں ہے" پھر کہتے ہیں کہ تاریخ یقینی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں بلکہ ظنی چیز ہوتی ہے۔ پھر خود ہی کہتے ہیں، حضور اکرم صلعم کے عہد سے لیکر آج تک اس تسلسل اور تواتر کے ساتھ یہ دونوں باتیں نقل ہوئی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ کہ شاید ہی کوئی چیز نقل ہوئی ہو۔

حواس کے باختہ ہونے کی بڑی علامت یہ ہے کہ یہاں قرآن بھی بھول گئے ہیں۔ کعبہ بیت الحرام کا مکہ میں ہونا قرآن کا مسئلہ ہے نہ تاریخی اگر یاد نہ ہو سورت آل عمران کا ترجمہ ذیل آیت پڑھو "ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ (پارہ ۴) پہلا گھر (بیت الحرام، کعبہ) جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے، وہی ہے جو بکہ (مکہ) میں ہے۔ پھر عجیب بات ہے کہ آنحضرتؐ کے مزار مقدس کا مدینہ میں ہونا تاریخی امر ہے مگر آپ کا ابن عبد اللہ ہونا یہ کیسے تاریخی نہ ہوا دراصل امام صاحب کے قول کا مطلب سمجھنے سے غلطی واضح ہوتی ہے، امام ابو حنیفہؒ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی شخص کو کعبہ کے متعلق اتنا علم ہو کہ کعبہ ہمارا قبلہ ہے مگر اس کو ابھی تک یہ علم نہیں ہوا کہ مکہ میں ہے وہ کافر نہیں ہوگا کیونکہ متواترات کا انکار اس وقت کفر کا سبب بنتا ہے جب ان کے تواتر کا علم ہو اس لیے ایک جاہل معذور ہوگا، اگرچہ اس کا ذکر قرآن میں ہو، مثلاً ایک شخص کو قرآن کے تمام واقعات کا علم نہیں وہ کافر نہیں ہوگا۔ حالانکہ وہ متواتر اور قرآن میں بھی ہیں۔

اس قول کا ایک اور مطلب بھی ہو سکتا ہے جو علامہ مجیدی نے سمجھا اور اس پر فتویٰ کفر کا لگایا ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو کعبہ کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہے، پھر کہے کہ میں نہیں جانتا کہ مکہ میں ہے یا کسی اور جگہ، تو اس صورت میں واقعی کافر ہو جاتا ہے۔ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، یہ اثر بلحاظ سند صحیح نہیں اس کی سند میں عمراہ بن حارث ہے جس کو ابن حبان اور حاکم نے کذاب کہا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ ثقہ راویوں سے موضوعات بیان کرتا ہے (حاشیہ تاریخ بغداد ص ۳۷۰ ج ۱۳) ایک سند میں عباد بن کثیر ہے جس کے متعلق میزان میں ہے "یہ ثقہ نہیں"، ــــ "لیس بشیٔ" یعنی کچھ بھی نہیں!

© rasailojaraid.com